اقدامات ہی کیوں نہ کریں وہ گزرے ہوئے وقت کو واپس نہیں لاسکتے۔ آخر کس بھرتے پر انہیں یقین ہے کہ وہ اقتدار پر براجمان رہیں گے؟ شاید بندوق اور روسی جنگجویانہ وطن پرستی کی بنا پر، لتھووینا جس کی بیّن مثال ہے۔ اسی طرح غیر روسی اقوام کی تکلیفیں ناقابلِ معافی ہیں۔

مایوسی کے عالم میں جناب گوربا چوف نے جو طرزِ عمل اختیار کیا ہے، اس میں مغرب اور امریکہ کا کچھ کم ہاتھ نہیں ہے۔ جب انہوں نے آذربائی جان کے آزادی پسند عوام کو کچلنے کے لیے ٹینک بھیجے تو مغربی طاقتوں نے یہ بات ذہن میں رکھتے ہوئے ان کی غیر مشروط حمایت کی کہ وہ اس کے باوجود جناب گوربا چوف کے ساتھ "معاملات جاری رکھ سکتی ہیں۔" مسز تھیچر اس امید کے ساتھ جناب گوربا چوف کے اقدام کی حمایت کرتی تھیں کہ اُن کی طرف سے "بازار کی معیشت" متعارف کرنے سے مغربی کاروبار میں توسیع ہوگی۔ یقیناً بیمار سوویٹ معیشت کو مغربی امداد کی ضرورت ہے۔ جس کا جناب بُش نے متعدّد بار وعدہ بھی کیا ہے۔ یہ امداد فی الحال محض زبانی کلامی ہے۔ جناب بُش خلیج میں سوویٹ حمایت سے اپنے مقاصد حاصل کرگئے مگر سوویت عوام مغربی امداد سے، جس کے جناب گوربا چوف بہت ہی آرزو مند ہیں، ابھی تک کوئی فائدہ نہیں اٹھاسکے۔

ملک میں مرکز اور جمہوریتوں کے درمیان اختلافات میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں جناب گوربا چوف کا حاکمانہ کنٹرول کمزور ہو رہا ہے۔ کریملن کے لیے اب صرف ایک ہی متبادل صورت باقی رہ گئی ہے کہ ملک پر مرکز سے حکومت کی جائے۔ اور خود مختاری، آزادی حتّیٰ کہ جمہوری روایات اپنانے کو خارج از بحث قرار دے دیا جائے۔ اگر یہ صورت اختیار کی جاتی ہے تو پراسٹرئیکا کو اس کے لیے بھاری قیمت ادا کرنا پڑے گی۔ انتشار کے نتیجے میں ملک کے اتحاد کو سخت نقصان پہنچے گا۔ جمہوریت کی جانب رواں ملک کو محض صدارتی احکامات کے ذریعے نہیں چلایا جاسکتا۔ قانون ساز ادارے کو تمام شہریوں کے لیے ایک ایسا نظام تشکیل دینا ہوگا جو قانون کا پابند ہو۔

۴.....................اشتراکی دنیا کے مسلمان، ستمبر - اکتوبر ۱۹۹۱ء

پراسٹرائیکا اور گلاس ناسٹ روبہ تنزل

کچھ روسی کمیونسٹوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ 1985ء میں گورباچوف کے اقتدار میں آنے سے پہلے سوویت یونین میں کمیونزم کہیں موجود نہیں تھا۔ میخائیل گورباچوف کی پرسٹرائیکا اور گلاس ناسٹ نامی اصلاحات جن کا بہت زیادہ ڈھنڈورا پیٹا گیا، اختتام سے دوچار ہوتی نظر آرہی ہے۔ سابق سوویٹ وزیر خارجہ جناب شیورڈنازے نے استعفاء دینے کے فوراً بعد ایک انٹرویو میں کہا تھا کہ وہ اپنے عہدے سے اس لیے دستبردار ہوئے ہیں کہ انہیں سوویت یونین کی مختلف جمہوریتوں میں اسی طرز کی فوجی کارروائی کے دہرائے جانے کا خدشہ تھا، جس کے نتیجے میں 1989ء میں طبلیسی اور 1990ء میں باکو میں سینکڑوں شہری ہلاک ہوگئے تھے۔ چونکہ ملک ڈکٹیٹرشپ کی طرف بڑھ رہا تھا اس لیے وہ یہ بتاتے ہوئے اپنے منصب سے الگ ہوگئے کہ ڈکٹیٹرشپ صدارتی طرزِ حکومت کی صورت میں بھی آسکتی ہے۔

باخبر ذرائع کہتے ہیں کہ جناب گورباچوف مرکزی حکومت کو مذبذب رکھنے کے لیے ہمیشہ سے ماہر ہیں۔ یہی ذرائع یہ بھی کہتے ہیں کہ پراسٹرائیکا ہر قسم کی اصلاحات کا حوالہ تو رہا ہے لیکن کسی موثر اصلاح کی بنیاد نہیں بن سکا۔ سوویت یونین کے سابق وزیر اعظم نکولائی رچکوف نے اس پر یوں تبصرہ کیا کہ "پراسٹرائیکا نظریے کے طور پر ناکام ہوچکا ہے۔" انہوں نے خبردار کیا کہ میخائل گورباچوف کے صدارتی اختیارات سے کوئی تبدیلی نہیں آئے گی۔ ان کے خیال میں سوویت حکومت کے پاس بھی اختیارات کی کمی نہیں رہی۔ اختیارات حاصل کرنے کے بجائے کریملن کے لیے سب سے پہلا اور اہم ترین کام یہ تھا کہ وہ "جمہوریتوں" کی حمایت حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔

صدر گورباچوف کا دوسرا بہت ہی ستائش یافتہ کارنامہ گلاس ناسٹ ہے۔ سوویت رہنما کی اس دھمکی کے بعد اس کا انجام خطرے سے دوچار نظر آتا ہے کہ ذرائع ابلاغ مزید تحمل سے کام لیں، ورنہ وہ پریس کی آزادی سے متعلق نئے قانون کو معطّل کردیں گے۔ انہوں نے یہ دھمکی سوویت پارلیمنٹ کے اُس ہیجان انگیز اجلاس (وسط جنوری 1991ء) سے خطاب کے دوران میں دی جس میں کچھ ہی دیر پہلے لیتھوینا میں طاقت کے استعمال سے متعلق کمیشن کی رپورٹ سنی

گئی تھی کہ یہ بالٹک جمہوریہ "خانہ جنگی کے کنارے" پہنچ چکی تھی۔ سوویت رہنما کے اس طرح پھٹ پڑنے پر لبرل نمائندوں نے اسے اصلاحات کی پالیسیوں سے ان کی تازہ ترین پسپائی قرار دیتے ہوئے اپنے غم و غصّہ اور مایوسی کا اظہار کیا۔ گرما گرم لے دے کے بعد جناب گورباچوف نے سرکاری اور غیر سرکاری مطبوعات میں "معروضیت کو یقینی بنانے" کے لیے ایک کمیشن کے قیام سے اتفاق کیا۔ اس صورتحال سے سوویت صحافیوں نے محسوس کیا ہے کہ خوفزدہ ایڈیٹروں کے ہاتھوں اُن کی نودریافت شدہ آزادی سلب ہونے والی ہے چاہے سنسر شپ ازسرنو لاگو نہ بھی ہو۔

روزِ اوّل سے کچھ نقاد یہ رائے رکھتے تھے کہ جناب گورباچوف اپنے پروگراموں اور منصوبوں میں "بددیانت" ہیں۔ بعض نے اسے ان پر سخت تنقید خیال کیا ہے۔ تاہم لتھووینا اور لیٹویا کی صورتِ حال سے وہ جس طرح عہدہ برآ ہوئے ہیں، اس سے ان کے حقیقی عزائم کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ انھوں نے اس معاملے میں ذاتی ذمہ داری تو قبول نہ کی البتہ فوج کی کارروائی کا دفاع کیا۔ نظری طور پر ایک شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ جناب گورباچوف نہیں تھے جنھوں نے فوج کو گولی چلانے کا حکم دیا تھا۔ تاہم انھوں نے فوجیوں کی مذمت کرنے کی بجائے الٹا متاثرین کو برا بھلا کہا۔ اس ساری کارروائی کو یوں مزید چار چاند لگائے کہ بحیرۂ بالٹک کے علاقے کو زیرِ نگیں رکھنے کے لیے ایک بہت ہی سخت گیر جرنیل ویلنٹین وارِ ننی کوف کو وہاں بھیج دیا۔

قومی حاکمیت

ازبکستان : قومی حاکمیت بمقابلہ وفاقیت

ازبکستان نے 1990ء کے نصف آخر میں جب قومی حاکمیت کا اعلان کیا تو اکثر حلقوں میں اس کا خیر مقدم کچھ بہت زیادہ پُرجوش انداز میں نہیں کیا گیا۔ بعض متشکک حضرات نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اسے کریملن کے مشورے پر ازبکستان کے حکّام کی جانب سے ایک دانستہ اقدام قرار دیا تاکہ عوام کی توجہ نسلی کشیدگی اور اقتصادی بحران سے ہٹائی جا سکے۔ جہاں بالٹک جمہوریتیں، جارجیا اور مالدیویا مرکز سے مکمل علیحدگی کی جدوجہد میں آدھا فاصلہ طے کر چکی ہیں، ازبک حکومت جناب گورباچوف اور ان کے متنازعہ فیہ یونین معاہدے کی بھرپور حمایت